جنوری 2023ء

ماہنامہ

سبق پھر پڑھ

لاہور

بیاد

باباۓ خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارُالسّلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کُرّۂ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

تحریکِ عظمتِ اسلام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سر بلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

صفحات	نام
16	1- اسلام پر کیا گزری
16	2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟
16	3- ہماری سمت درست نہیں
08	4- خلافت، فیوض و برکات
04	5- ہمارا تعارف اور ہدف

نوٹ:

1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔

2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔

3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔

4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - B / 29) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم' بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ "سبق پھر پڑھ" کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ :-/30 روپے
سالانہ :-/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں' جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد:31 شمارہ 01 رجب 1444ھ جنوری 2023ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: خلافت سے دوری قدم بہ قدم ---------- 04
☆ الرحمٰن الرحیم ---------------- 10
☆ جب تک اقتدار قانون کا نہ ہو ------------ 22
☆ نفاذِ اسلام کی جدوجہد کی معروضی صورتحال پر ایک نظر۔ 24

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام' واپڈا ٹاؤن' لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

خلافت، ہمارے جملہ مسائل کا حل

(یہ تحریر چودھری رحمت علی مرحوم، بابائے خلافت، کی تصنیف کردہ کتاب ''خلافت، ہمارے جملہ مسائل کا حل'' سے لی گئی ہے۔ کتاب چونکہ تقریباً 125 صفحات پر مشتمل ہے اور ایک انتہائی قیمتی تحریر ہے لہٰذا اس کو مرحلہ وار ماہنامہ ''سبق پھر پڑھ'' میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو قسط نمبر 6)

خلافت سے دوری قدم بہ قدم

باب چہارم...... چودھری رحمت علی مرحوم

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تمام انبیاء کرام کی جدوجہد کا مطمع نظر اقامتِ دین یا نظامِ خلافت کو معرضِ وجود میں لانا رہا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک یہ مقصد بدرجہ اتم حاصل کر سکا یا نہیں۔ ہاں جب کبھی یہ مقصد حاصل ہو گیا، زیرِ خلافت مسلمانوں نے اس فطری نظام کی برکات و فیوض سے استفادہ کیا، اور اگر خلافت معرضِ وجود میں نہ آ سکی تو اکثر و بیشتر بگڑی کی بگڑی ہی رہی۔ تاہم ہر عہد میں یہ ارتقائی عمل روبہ پذیر رہا اور عہدِ محمدی میں پوری آب و تاب سے مکمل ہو کر سامنے آ گیا۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی پکار ''یا قوم اعبدو اللہ'' کی بجائے ''یا ایھا الناس اتقوا ربکم'' کی بلند بانگ صدا کو ربِ ذوالجلال کی کائنات کے ہر کون و مکان میں سنا گیا۔ اسی لمحہ سے فطری قوانین اپنی پوری رعنائیوں اور جلوؤں کی شکل میں جلوہ گر ہوئے۔ دینِ حق کی تکمیل کر دی گئی۔ امتِ واحدہ کی تشکیل ہوئی جس کا مقصد پوری انسانیت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا اور اس دھرتی پر واحدہ نیابتی حکومت قائم کرنا ٹھہرا۔ ہر وحدت کا کوئی مرکز ہوتا ہے۔ لہٰذا ساری انسانیت کے رہنما علیہ السلام نے امن و سلامتی کے پایۂ تخت یعنی خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں

کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ آپ کی جدو جہد گھر کی انجمن سے شروع ہوئی، گھر کے بعد شہر، شہر کے بعد سرزمین عرب کا ہر گلی وقریہ۔ جزیرہ عرب پر تو تمکن آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی حاصل ہو گیا۔ یمن اور شام کے کچھ حصے بھی خلافتِ الٰہی کے زیرِ نگین ہو گئے ۔حتیٰ کہ اس وقت کی دو سپر طاقتوں یعنی ایران و روم کی طرف غزوۂ تبوک کی شکل میں قصد کر کے بیرونِ عرب دنیا کو جزوِ خلافت بنانے کی بسم اللہ پڑھ دی۔ نبیؐ کائنات علیہ السلام جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ایک جمی جمائی خلافت امت کے حوالے کی اور صورتِ حال کئی لحاظ سے اس منظر کی مظہر بن گئی کہ "لیظہرہ علی الدین کلہ"۔

امت نے خلافت سے کیا سلوک؟ تقریباً تیس سال تو انہی قواعد و ضوابط کے مطابق چلایا جو قرآن وسنت میں تھے لیکن پھر خلافت ملوکیت میں بدل دی اور ماسوائے عمر بن عبد العزیزؒ کے مختصر دور کے حکمرانوں اور نام نہاد خلفاء میں وہی ٹھاٹھ باٹھ عود کر آئے جو بادشاہت اور شہنشاہیت کا خاصہ ہوتے ہیں۔ ایک عرصہ تک مزید فتوحات بھی ہوتی رہیں جیسے ایک وقت کا کالگایا ہوا شجر تو بہر حال کئی سال بار آور ہوتا رہتا ہے تاہم خلافت کی بساط اسی سیاہ دن لپیٹ دی گئی جب کہ ایک خلیفہ (جسے سربراہ مملکت کہنا زیادہ موزوں ہے) اپنی موجودگی میں اپنے بیٹے یا بالفاظِ دیگر حضرت معاویہؓ نے اپنے اعیانِ حکومت سے یزید کی بیعت کروادی۔ ہماری عقیدتیں اپنی جگہ۔ امیر معاویہؓ کی دوسری صلاحیتوں کو بھی سلام ۔۔۔ لیکن جیسا کہ گزشتہ حصے میں ہم ذکر کر چکے ہیں ان کا یہ فعل شریعت کی واضح نص کے خلاف تھا۔ لہٰذا امت کی گاڑی بلکہ موزوں تر ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ خلافت کی گاڑی اسی لمحے پٹڑی سے اتر گئی اور آج تک اتری ہوئی ہے۔ مرحلہ خلافت پر کیا گزری۔ مختصراً یوں:

دورِ خلیفہ ثالث میں مصر، کوفہ، بصرہ بلکہ خود مدینہ کے بعض لوگوں کو حضرت عثمانؓ کی اس پالیسی سے اختلاف ہو گیا کہ انھوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو اہم عہدے

عطا کئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (جو عشرۂ مبشرہ میں ہونے کے ناطے سے ان اصحاب میں شامل تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے پانچ دوسرے اصحاب کے ساتھ خلافت کے لئے تجویز فرمایا تھا) کو معزول کر کے حضرت عثمان غنیؓ نے کوفیوں کی گورنری پر اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی محیطؓ کو مقرر فرمایا۔ پھر اس کے بعد یہ گورنری اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاصؓ کو دی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامرؓ کو مامور فرمایا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبد بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا۔ اسی طرح اپنے چچا زاد بھائی مروان بن الحکم کو اپنا سیکرٹری بنایا اور حضرت معاویہؓ کی گورنری میں کوئی اور علاقے شامل کر دیئے۔ اس طرح عملاً ایک خاندان پوری اسلامی دنیا پر قابض ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ کے یہ اقدامات زیادہ تر حلیم وملنسار طبعی رجحان کی وجہ سے ہی تھے۔ لیکن ایسے اقدامات کی بنا پر اختلافات بڑھتے بڑھتے عثمانؓ کی شہادت پر منتج ہوئے۔

شومئی قسمت تاریخِ اسلام نے وقت کے اس موڑ سے ایک ناقابلِ فہم اور حقیقت میں انتہائی دل خراش وجانکاہ رخ اختیار کیا۔ شہادتِ عثمانؓ کے معاً بعد قدرتی طور پر مدینہ میں حالات سخت دگرگوں بلکہ مخدوش تھے۔ ان حالات میں جب کئی اصحابؓ اور اہلِ مدینہ نے باوجود ان کی ہچکچاہٹ کے برسر عام حضرت علیؓ کو خلیفہ چنا تو چند ایک صحابہؓ اس لئے ان کی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے کہ پہلے قاتلینِ عثمانؓ پر گرفت کی جائے۔ ان چند ایک صحابہؓ کی بیعت نہ کرنے سے خلافت پر چنداں اثر نہ پڑتا لیکن ایک صوبے یعنی شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ نے نہ صرف بیعت سے انکار کیا بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ ان کا یہ اقدام ذاتی حیثیت میں ہوتا پھر بھی چنداں فرق نہ پڑتا لیکن ظاہر ہے ایک صوبے کے گورنر کی حیثیت میں ایسی حرکت تو اسلامی دنیا کے حصے بخرے کرنے کے مترادف تھی۔

شورشیوں یا قاتلینِ عثمانؓ کی گرفت کرنے میں تو کوئی کلام ہی نہیں لیکن اس کی دوصورتیں ممکن تھیں۔پہلی تو یہ کہ خلیفۂ وقت کی بیعت کی جاتی اوراس کے ہاتھ اس قدر محفوظ کردئے جاتے کہ وہ ان شورشیوں کو بطورِ باغی سزا دیتے۔دوسری صورت یہ تھی کہ خلافت کو بہر طور پر مستحکم کیا جاتا۔پھر قانون کے مطابق قاتلینِ عثمانؓ پر مقدمہ چلا کر شریعت کے عطا کردہ قواعد وضوابط کے مطابق انہیں سزا دی جاتی۔بغیر عدالتی کاروائی کے سزا کا مطالبہ بھی اس جلیل القدر صحابیؓ سے کیا گیا جنہوں نے خلیفۂ وقت ہوتے ہوئے بھی اپنی چوری شدہ زرہ کا معاملہ خود یہودی سے چکانے کی بجائے کیس کو عدالت میں لے جانا ضروری سمجھا۔ قاتلینِ عثمانؓ سے فی الفور بدلہ لینے کے متعلق غلط فہمیوں' بدگمانیوں اور بے اعتمادیوں کی فضا کوفہ کی فضاؤں میں بھی برپا ہوگئی۔نتیجۃً ہر دو مقامات پر مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں ہی سے ٹکرا گئیں۔جمل وصفین جیسے فسادات مسلمانوں کا مقدر بنے' تسبیح کے دانے بکھر گئے اور سب سے بڑھ کر امت خلافت سے ایک قدم اور دور چلی گئی۔

حقیقت میں ملوکیت کی داغ بیل تو اسی لمحے پڑ گئی تھی جب حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری پر حضرت معاویہؓ سریر آرائے سلطنت ہو گئے۔کیونکہ ان کی خلافت دی ہوئی نہیں' لی ہوئی تھی۔ایسا نہیں تھا کہ مسلمانوں نے برضاو رغبت انہیں خلیفہ چنا ہو۔ہاں البتہ جب وہ خود خلیفہ بن بیٹھے تو لوگوں کے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔اس وقت اگر ان سے بیعت نہ لی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اس منصب سے از خود دستبردار ہو جاتے۔ بیعت نہ لینے سے افراتفری' بدنظمی ہی جنم لیتی جسے بہر حال امن اور نظم پر ترجیح نہیں دی جاسکتی تھی۔بالالفاظِ دیگر خانہ جنگی کو ختم کرنے کی خاطر صلحائے امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا۔

اسلامی تاریخ میں یہی وہ موڑ ہے جہاں خلیفہ چننے کے اس دستور کو بدل دیا گیا کہ کوئی

شخص خود کسی عہدے کے لئے امیدوار نہیں ہوسکتا۔ بیعت اقتدار کا نہیں بلکہ اس کا سبب ہوتی۔ شورائی طریقِ حکومت کا قلع قمع کردیا گیا' بیت المال کے امانت ہونے کا تصور جاتا رہا۔حکمرانوں کے طرزِ زندگی میں امراء کے سج دھج آ گئے۔آزادیٔ اظہار رائے کا خاتمہ ہوگیا۔عدلیہ آزاد نہ رہی' قومی عصبیتیں پھرعود کرآئیں اورسب سے بڑھ کرسیاسی قیادت کومذہبی قیادت سے علیحدہ کردیا گیا۔

خلافت سے تیسری بڑی روگردانی اس وقت ہوئی جب حضرت معاویہؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ہی اپنے بیٹے یزید کو نہ صرف اپنے جانشین کے طور پر نامزد کردیا بلکہ اپنے گورنروں اوردوسرے اربابِ حل وعقد سے ان کی بیعت کروائی اور چشمِ فلک حیران وششدر کہ اکثر وبیشتر یہ کاروائی جوڑتوڑ سے ہی کروائی گئی۔ یوں اسلام میں ملوکیت کا آغاز ہوااور یہیں سے وہ خاندانی وجاہتوں اور موروثی بادشاہتوں کا چلن چل نکلا' پہلے بنی امیہ' پھر بنی عباس' پھرآلِ عثمان۔حکمرانوں کوکون ٹوک سکتا تھا۔ ہرملک بادشاہ ہوتے ہوئے اپنے آپ کوخلیفہ کہلوانے پرمصر رہا بلکہ خطبۂ جمعہ میں یوں ہی پکارا جاتا رہا۔۸۴۷ءیعنی واثق باللہ کی وفات تک تو بہرحال اسلامی دنیا کا حکمران ایک ہی رہا لیکن اس کے بعد نام نہاد خلافت' حقیقی خلافت سے ایک قدم اور دور ہوگئی جب بادشاہتیں خلافتوں کے روپ میں معرضِ وجود میں آگئیں۔

ہماری تقسیم کے مطابق چوتھا مرحلہ متوکل کے دور(۸۴۷ء) سے شروع ہوا اورسقوط بغداد جب آخری عباسی بادشاہ (خلیفہ) مستعصم باللہ تاتاریوں کے ہاتھوں قتل ہوا پر انجام پذیر ہوا۔ پہلے برائے نام خلافت تین حصوں میں تقسیم ہوگئی پھرنوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خلافتِ بغداد خود سمٹ سمٹا کر بغداد اوراس کے اطراف واکنار میں محدود ہوکررہ گئی۔ یہ دوراسلام کے نقطۂ نظر سے پہلے ادوار کی نسبت زیادہ گھناؤنا تھا۔لیکن امتِ مسلمہ کوابھی مزید بدبختیوں سے دوچار ہونا تھا۔

خلافت سے فراری کے اگلے دور کا آغاز اس وقت ہوا جب خواجہ سراؤں' خادماؤں 'کنیزوں' بیگمات اورشہزادوں کے مارگزیدہ خلفاء اپنے ہی گورنروں اورسلاطین کے رحم وکرم پرگزر بسر کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ سلاطین اپنے اپنے علاقوں پرگرفت مضبوط کرتے گئے۔ حتیٰ کہ ایک

وقت وہ آ گیا کہ یہ خلیفہ گر بن گئے۔ جب چاہتے یہ خلیفوں کو معزول اور معطل کر دیتے۔ جب چاہتے انہیں جیل میں ڈال دیتے اور نہیں تو خود ہی خلیفہ بن بیٹھتے۔ اس طرح پانچویں مرحلے میں ملوکیت کا سنگھاسن طوائف الملوکیت کا روپ دھار گیا۔ طوائف الملوکی سے بڑھ کر اور کون سی بڑی گراوٹ ہوسکتی ہے لیکن شومئی قسمت امت نے ابھی خلافت سے کوسوں میل اور دور ہونا تھا۔

اقتدار کی دوڑ میں ہر سلطان اور گورنر کی ایک طرف تو یہ کوشش رہی کہ وہ خلافت سے بہرحال اپنا ربط رکھتے خواہ وہ کتنا ہی بے جان و کمزور کیوں نہ ہو تو دوسری طرف ان میں سے ہر ایک نے بیرونی طاقتوں سے روابط جوڑے تا کہ بوقتِ ضرورت ان سے استفادہ کرسکیں۔ ظاہر ہے جب ان بیرونی دشمن طاقتوں نے بھانپ لیا کہ سلاطین وحکمران انہیں کے بل بوتے پر جی رہے ہیں تو وہ خود مسلمان خطوں میں آ دھمکے حتیٰ کہ اس چھٹے مرحلے میں اکثر و بیشتر پوری امت اغیار کی غلامی میں جکڑی گئی۔

ساتواں مرحلہ جس میں سے امتِ مسلمہ (یاد رہے خلافت کی عدم موجودگی میں امت ہے ہی نہیں، تو میں ہیں کوئی اردنی، کوئی پاکستانی، اور کوئی ایرانی وغیرہ) اس وقت گزر رہی ہے دورِ ضلالت کا غالبًا انتہائی مکروہ منظر ہے۔ یعنی مسلمانوں کے اعداء بذریعہ ریموٹ کنٹرول اپنے اپنے دارالحکومتوں میں بیٹھے احوال امت کے سیاہ وسپید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی انہیں ہر چیز گوارا ہے اگر نہیں گوارا تو محمد عربیؐ کے پیروکاروں کی مسلمانی اور اللہ کا پسندیدہ نظامِ عدل وقسط یعنی خلافت۔ دنیا میں کسی جگہ کوئی مسلمان سر اٹھائے یہ چیلوں کی طرح اس پر لپک پڑتے ہیں۔ نہ صرف خود لپک پڑتے ہیں بلکہ چند دوسرے مسلمان حکمرانوں کو ساتھ ملا کر یہ آئے دن کسی نہ کسی مسلمان حکمران کو ڈاؤن کرنے کے لئے یہ ڈرامہ رچائے رکھتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ کہیں روئے زمین میں خلافت دوبارہ عود نہ کر آئے کیونکہ خلافت میں طاقت ہے اور طاقت میں ان دشمنوں کی اپنی موت۔

الرحمٰن الرحیم

......ڈاکٹر نجم الدین

سورۃ الفاتحہ کی یہ دوسری اہم آیت ہے ہم اسے کیوں پڑھتے ہیں۔اس کا مقصد و مطلب کیا ہے؟ بظاہر تو یہ صرف دو ہی الفاظ پر مشتمل ہے۔

(الرحمٰن اور الرحیم)!

جو کہ اللہ رب العزت کے پاک نام (الاسماء الحسنٰی) ہیں جن کے مفہوم انتہائی وسیع ہیں۔آیئے ہم قرآنِ مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں۔

۱۔ الرَّحمٰن

یہ اللہ ربِ رحمٰن کا وہ اسم حسن ہے جو کمال مہربانی' بے حد وحساب اور بے کراں فیض عام کا مظہر ہے یعنی جو کچھ انسان کو دنیا میں عنایت کیا گیا ہے وہ اللہ سبحانہ وتعالی کے رحمٰن ہونے کی دلیل ہے۔

مقصدِ تخلیق کو ادا کرنے کے لیے انسان کی فضیلت اور انعاماتِ الٰہیہ؟

کارِ خلافت/ اقامتِ دین کی عبادت کا حق ادا کرنے/ سرانجام دینے کے لیے اللہ رب رحمٰن نے انسان کو بہت سی سہولیات' انعامات اور فضائل سے نوازا۔کیونکہ آپ کی ذات گرامی قدر ''الرحمٰن'' ہے' بے حد وحساب مہربان ہیں۔ورنہ منصبِ خلافت کی امانت کے بارگراں کو ادا کرنا مشکل ہو جاتا۔اللہ رب العزت قرآنِ مجید میں مختلف انداز میں اپنی عنایات' فضل اور انعامات کا ذکر بڑے شاہانہ انداز میں کرتے ہیں۔فرمایا رب رحمٰن نے کہ:

''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا“ (70)۔

”یہ تو ہماری خاص عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم (انسان کو) کو بزرگی دی (کرمنا) اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت (نمایاں فوقیت بخشی) بخشی۔“ (بنی اسرائیل: ۷۰)۔

پھر فرمایا رب رحمٰن نے کہ:

”وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ“ (34)۔

”اللہ رب رحمٰن نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا ہی نہیں۔ اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ظالم (بے انصاف نافرمان) اور منکر دینِ حق (احسان فراموش ناشکرا) ہے“ (ابراہیم: ۳۴)۔

یہ محض اللہ رب الرحمٰن کی خاص عنایت انعام اور فضل وکرم ہے کہ انہوں نے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی اور خلافت کی امانت کو ادا کرنے کے لیے سہولیات انعامات سے نوازا۔ جس کا ہم ایک ایک کر کے جائزہ لیتے ہیں۔

انسان کو صوابدیدی اختیارات دیے گے (Delegation of Powers)

(الف) تقرر خلیفہ کا اعلان فرمایا:

۱۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (۳۰)

”پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے اللہ رب رحمٰن نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں“ (البقرۃ: ۳۰)۔

یہ وہ اعلان ہے جو کائنات کے خالق مالک رازق اور حاکمِ اعلیٰ نے تخلیق آدم کے وقت کیا تھا۔ (اس کے لیے چند ضروری وضاحتیں تفسیر البرہان بالقرآن میں ملاحظہ فرمائیں)

(ب) انسان کو اختیار دیا کہ جس راہ کو چاہے اختیار کرے

"إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِراً وَإِمَّا كَفُوراً" (۳)۔

''ہم نے اسے (انسان کو) راستہ (قرآنِ مجید) دکھایا۔ خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا بنے۔'' (الدھر:۷۶/۳)

اللہ تعالیٰ جل شانہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسان کو محض اعضاء و جوارح' ذہنی و جسمانی اور علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ ساتھ ساتھ اس کی راہنمائی بھی کی (قرآنِ مجید کے ذریعے) تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا۔ اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

"وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ" (10)۔

پھر فرمایا کہ ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ہم نے اسے دونوں راستے نمایاں کر کے بتا دیے (نظامِ اسلام / غیر اسلام) ''یعنی خیر و شر کے راستے'' (نظامِ حق / نظامِ باطل کے راستے)۔ (سورہ البلد:۹۰/۱۰)

۲۔ کائنات کے محکموں کو مطیع کر دیا

مقصدِ تخلیق کو ادا کرنے یعنی کارِ خلافت کو پورا کرنے کے لیے انسان کو اللہ ربِ رحمٰن نے بہت سی سہولیات' انعامات اور فضیلت سے نوازا۔ فرمایا رب العزت نے کہ:

"وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلائِكَةِ اسْجُدُواْ لآدَمَ فَسَجَدُواْ إِلاَّ إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (34)' پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے (کائنات کے تمام محکموں کو مطیع کر دیا) ابلیس کے علاوہ' جس نے انکار اور تکبر کیا اور کافرین میں سے ہو گیا۔

۳۔ انسان کو علوم سے نوازا گیا

انسان کو مختلف علوم سے نوازا گیا۔ جبکہ کچھ لوگ محض اپنی قیاس آرائیوں سے یہ سمجھتے

ہیں کہ انسان زمین پر جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھیجا گیا تھا۔ بعد میں وقت گزرنے کے ساتھ انسان ترقی کرتا گیا اور پھر تاریکی سے علوم کی طرف آتا گیا دراصل حقیقت یہ ہے کہ انسان کو پورے علم کی روشنی اور راہنمائی و ہدایت (کتاب' قرآنِ مجید) کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارنے اور اپنے فرضِ منصبی (عبادت) کو ادا کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ مختلف علوم سے اسے نوازا گیا۔ جسے وہ اپنے نفس کی شرارتوں اور شیاطین جن وانس کے بہلانے اور پھسلانے سے بھولتا اور مسخ کرتا رہا اور راہِ مستقیم (عبادت' حاکمیتِ الٰہیہ' قیامِ خلافت) کو گم کرتا رہا۔ ایک بنیادی سوال انسان کے ذہن میں اٹھتا ہے کہ وہ کون کون سے علوم ہیں جو انسان کو عطا کیے گئے۔ قرآنِ مجید کے ذریعے ہمیں اللہ رب العزت بتاتے ہیں کہ انسان کو دو مختلف قسم کے بڑے بڑے (Major) علوم سے نوازا گیا۔

1 مقصدِ زندگی کا علم............یعنی مقصدِ تخلیق انسانیت

2 ضروریاتِ زندگی کا علم

ا۔ مقصدِ زندگی کا علم:

یہ وہ علم ہے جو انسان کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ رب العزت نے متعین کر دیا تھا۔ اور فرمایا: "**انی جاعل فی الارض خلیفه**" ۔ کہ میں نے ایک ایسی مخلوق یعنی انسان کو تخلیق کرنا ہے جس کا مقصدِ زندگی کیا ہوگا؟ اور فرشتوں سے فرمایا کہ "اِنِّیٓ اَعۡلَمُ مَالَا تَعۡلَمُوۡنَ' جب کہ اللہ بزرگ و برتر نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنا کر شرف بخشا"۔ یہ اعلان کر کے انسان کو اس کا مقام و مرتبہ اور تفویض کردہ کام بھی بتا دیا کہ اس نے زمین میں کیا کام کرنا ہے؟ اور اس کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ یعنی زمین میں وہ خلیفہ ہوگا' حاکم نہیں ہوگا۔ اس کا کام یہ ہوگا کہ میرے دیئے ہوئے دین (نظام' شریعت' قوانین) اسلام کے مطابق دنیا کا انتظام و انصرام کرے گا۔ یعنی زندگی گزارے گا۔ نہ کہ اپنا دین (نظام' شریعت' قوانین) بنا کر اپنی حکمرانی کا دعوی کرے گا۔ اسی لئے انسان سے پھر یہ عہد بھی لیا (عہد الست)۔

ب ضروریاتِ زندگی کا علم:

انسان کی تخلیق کے بعد اللہ رب العزت نے کائنات کی تمام مخلوق کو اکٹھا کر کے ﴿انی جاعلٌ فی الارضِ خلیفۃً﴾ اعلان کیا اور پھر تمام مخلوق کو اپنے خلیفہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس کے بغیر تمام مخلوق نے اللہ رب العزت کے حکم کی تعمیل کی۔ ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

فرمایا اللہ رب العزت نے! ''کہ کیا میں نے تم کو ہدایت نہیں کی تھی کہ ابلیس کے دھوکے میں نہ آنا۔ اور فرمایا ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہ پایا...... ہم نے آدم سے کہا کہ دیکھو یہ (ابلیس شیطان) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں جنت سے نکلوا دے اور تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہاں تو تم نہ بھوکے رہتے ہو اور نہ ننگے رہتے ہو اور نہ پیاس لگتی ہے اور نہ دھوپ ستاتی ہے۔ لیکن ابلیس شیطان نے ان کو پھسلایا اور کہنے لگا کہ اے آدم بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت (حاکمیت) حاصل ہوتی ہے؟۔'' (طہ: ۱۱۵۔۱۲۰)

اور پھر اللہ رب ذوالجلال فرماتے ہیں کہ:

''وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاء كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلاَئِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاء هَـؤُلاء إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ''(31)۔

درج بالا آیاتِ مقدسہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں خلافت (حاکمیتِ الٰہی) کو قائم کرنے کے لیے اور زندگی گزارنے کیلئے ''اللہ رب العزت نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر آپ سچے ہیں تو ذرا ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ تو پھر فرشتوں نے عرض کیا کہ نقص (شرک) سے پاک تو آپ رب العالمین کی ذات گرامی ہے۔ ہم تو بس اتنا علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں دیا ہے۔ آپ ہی سب کچھ جاننے اور سمجھنے والے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ' تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا ہے۔ اور وہیں گزر بسر کرنا ہے''

(البقرة:۲/۳۱-۳۶)۔(اس کے لیے اشیاء ضروریہ کی ضرورت پڑنی تھی۔تفصیل دیکھیں تفسیر البرہان بالقرآن میں)

۴۔انسان کو مختلف طاقتوں اور صلاحیتوں سے نوازا گیا

کارِ خلافت کی امانت کو ادا کرنے کے لیے انسان کو اللہ رب رحمٰن نے مختلف اخلاقی' ذہنی' روحانی اور جسمانی صلاحیتیں/طاقتیں عطا فرمائیں اور اعضاء وجوارح ایسے عطا کیے کہ وہ خلافتِ ارضی (قیامِ دین وخلافت) کے کام (ڈیوٹی،عبادت) کو بحسن وخوبی انجام دے سکے۔

ا۔انسان کی جسمانی ساخت ایک انعام

1 فرمایا ربِ ذوالجلال نے!

”قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ“ (75)۔

”اے ابلیس تجھے کس چیز نے انسان کو سجدہ کرنے سے منع کیا' جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا (یہ انسان کے افضل واشرف ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت نے خود اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا)' تو کیا تم نے تکبر کیا ہے؟ یا تو اپنے آپ کو اعلیٰ وارفع سمجھتا ہے؟“(سورۃ ص:۳۸/۷۵)۔

2 فرمایا ربِ ذوالجلال نے:

”اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَاراً وَالسَّمَاء بِنَاء وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ “ (64)۔

”وہ اللہ رب العزت ہی تو ہیں جنہوں نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور اوپر آسمان کا گنبد (چھت) بنادیا اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ (احسن) بنائی۔اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا۔وہی اللہ تعالیٰ ہی تمہارے رب (حاکمِ اعلیٰ) ہیں۔وہی اللہ بزرگ وبرتر بے حساب برکتوں والے کائنات کے بھی رب (حاکم' معبود) ہیں۔“(سورۃ المومن:۴۰/۶۴)

(ب)انسان کوحواس کی صلاحیتیں بخشیں

1 فرمایارب ذوالجلال نے!

”وَهُوَ الَّذِیُ أَنشَأَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡأَبۡصَارَ وَالۡأَفۡئِدَةَ قَلِیۡلاً مَّا تَشۡکُرُونَ (78) وَهُوَ الَّذِیُ ذَرَأَکُمۡ فِیُ الۡأَرۡضِ وَإِلَیۡهِ تُحۡشَرُونَ“ (79)۔

”وہ اللہ رب العزت ہی تو ہیں جنھوں نے تمہیں سننے‘ دیکھنے کی قوتیں دیں اورسوچنے کے لیے دل دیا۔مگرتم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔وہی تو رب العزت ہیں جنھوں نے زمین میں تمہیں پھیلایا اور انہیں کے پاس (عدالت میں)تم سب کو جمع کیا جائے گا۔“ (المومنون:۲۳/۷۸۔۷۹)

2 فرمایارب ذوالجلال نے!

”إِنَّا خَلَقۡنَا الۡإِنسَانَ مِن نُّطۡفَةٍ أَمۡشَاجٍ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنَاهُ سَمِیۡعاً بَصِیۡراً (2)إِنَّا هَدَیۡنَاهُ السَّبِیۡلَ إِمَّا شَاکِراً وَإِمَّا کَفُوراً“ (3)۔

”ہم نے انسان کوایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اوراس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اوردیکھنے والا بنایا‘ ہم نے اسے راستہ(قرآن‘دین)دکھادیا‘ خواہ شکرکرنے والا بنے یا کفرکرنے والا (ایمان لائے یاانکارکردے)۔“(الدھر:۷۶/۲۔۳)

ج۔انسان میں اپنی روح پھونکی/انسانی ”روح“ اللہ رب رحمٰن کاانعام؟

ا۔ فرمایارب ذوالجلال نے!

”فَإِذَا سَوَّیۡتُهُ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِن رُّوحِیۡ فَقَعُواۡ لَهُ سَاجِدِیۡنَ“ (29)۔

”جب میں اس (انسان) کومکمل (اعضاء وجوارح) بنا چکوں اور میں اپنی ”روح“ سے کچھ پھونک دوں توتم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔“(الحجر:۱۵/۲۹)

ب۔ پھرفرمایارب العزت نے۔

”ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِیۡهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَالۡأَبۡصَارَ وَالۡأَفۡئِدَةَ قَلِیۡلاً

مَّا تَشۡكُرُونَ " (9)۔

''پھر میں نے اس (انسان) کا نک سک درست کیا (جسم کے اعضاء وجوارح مکمل کیے) اور اس کے اندر اپنی 'روح' پھونک دی اور تم کو کان دیئے' آنکھیں دیں اور دل دیئے' تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔'' (السجدہ:۳۲/۹)

د ۔انسان کو بیان کرنا سکھایا

فرمایا رب العزت نے:

"الرَّحۡمَٰنُ (1)عَلَّمَ الۡقُرۡآنَ (2)خَلَقَ الۡإِنسَانَ (3)عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ" (4)۔

''رحمٰن نے' اس قرآن کی تعلیم دی۔انہوں نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا'' (الرحمٰن:۵۵/۱۔۴)۔

ان آیات کریمہ میں اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ:

ا۔انسان کو قرآن کی تعلیم اللہ رب رحمٰن نے خود عطا کی ہے۔یعنی انسان کے لیے قرآن کریم کی تعلیم سراسر اللہ بزرگ و برتر کی رحمت ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہاء مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔اس لیے ان کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ انسان جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرے۔اسی لیے ان کی رحمت کا یہ تقاضا ہوا کہ وہ قرآن بھیج کر تمہیں وہ علم عطا فرمائیں جس سے دنیا میں اللہ کی حاکمیت یعنی خلافت قائم کر کے انسان راہ راست/مستقیم پر چلے اور پھر اخروی زندگی میں نجات وفلاح پائے۔

۲۔اللہ رب العزت کی رحمانیت کا تقاضا ہے کہ وہ خود اپنی مخلوق انسان کی راہنمائی فرماویں۔اگر وہ اپنی مخلوق کی راہنمائی نہیں فرمائیں گے تو اور کون فرمائے گا۔

۳۔پھر فرمایا کہ انسان کو بولنا سکھایا۔یعنی اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا طریقہ سکھایا۔ یعنی بولنا اور اپنا مطلب و مدعا بیان کرنا سکھایا۔دوسرے الفاظ میں اچھائی اور برائی' خیر اور شر' عدل اور ظلم کا امتیاز کرنا اور اس کے مطابق اپنا مدعا و مطلب بیان کرنا۔

۵۔ تسخیر کائنات؟

فرمایا اللہ رب رحمٰن نے:

”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا“(70)۔

”یہ تو ہماری عنایت (مہربانی) ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔“(بنی اسرائیل: ۱۷/۷۰)

کارِ خلافت کو سرانجام دینے کے لیے اللہ رب رحمٰن نے انسان کو فضیلت و فوقیت دی اور مختلف انعامات اور اپنے فضل سے نوازا۔ ورنہ منصب خلافت کی امانت کا حق ادا کرنا مشکل ہو جاتا۔ اسی لیے اللہ بزرگ و برتر مختلف انداز میں اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہیں فرمایا کہ ہم نے زمین اور اس کے خزانوں کو انسان کے لیے مسخر کر دیا ۔ کہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین و آسمان کو انسان کے لیے مسخر کیا۔ جنہیں انسان اپنی علمی، جسمانی قوتیں، دماغی اور روحانی صلاحیتیں اور کاوشیں استعمال کر کے اپنے ذرائع و وسائل کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ لہٰذا تسخیر کائنات میں درج ذیل سوالات کا جواب ڈھونڈنا (تلاش کرنا) ہے۔

1 تسخیر کائنات کیا ہے؟

2 کائنات کو انسان کے لیے کن معنوں میں مسخر کیا گیا ہے؟

3 انسان کے لیے کیوں مسخر کیا گیا ہے؟ کیا مقصد حاصل کرنا تھا؟ (تفصیل یکھیں تفسیر البرہان بالقرآن میں)۔

٦۔ کارِ خلافت کے لیے دین/نظام کی راہنمائی اللہ بزرگ و برتر نے اپنے ذمہ لی

کارِ خلافت کی امانت (عبادت) انسان کے ذمہ لگانے کے بعد اللہ بزرگ و برتر نے

نظام زندگی یعنی دین زندگی دوسرے الفاظ میں زندگی کے اصول وضوابط کی راہنمائی بھی اپنے ذمہ لی اور قرآن کریم میں مختلف انداز میں فرمایا۔

1 فرمایا رب ذالجلال نے

”وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ“ (9)۔

”کہ اللہ رب العزت کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا‘ جب کہ ٹیڑھے راستے بھی موجود ہیں۔ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتے تو تم سب (انسانوں) کو ہدایت دے دیتے۔“ (النحل:۹/۱۶)

”قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى“ (50)۔

”موسیٰ نے جواب دیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی‘ پھر اس کا راستہ بتایا۔“ (طہٰ:۲۰/۵۰)

فرمایا رب ذالجلال نے:

”إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى“ (12)۔

”بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے۔“ (اللیل:۹۲/۱۲)

۷۔ حفاظت ونصرت کا وعدہ

اس عظیم کام کی ذمہ داری کو نبھانے والے انسانوں کی حفاظت ونصرت کا ذمہ اللہ بزرگ وبرتر نے اپنے اوپر لیا ہے۔

”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاؤُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ (47)۔

”ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔ (یعنی جن مومنین نے اقامت دین کی جدوجہد کی)۔“ (الروم:۳۰/۴۳۔۴۷)

فرمایا اللہ رب رحمٰن نے!

”وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ (171) إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ

(172)۔

’’اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے ہم پہلے ہی وعدہ کر چکے ہیں کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘(الصافات:۳۷/۱۷۱۔۱۷۲)

پھر اللہ رب رحمٰن فرماتے ہیں کہ:

’’إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ‘‘ (51)

’’یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔‘‘(المومن:۴۰/۵۱)

۸۔فرض کی ادائیگی کا صلہ اور انعام واکرام

اللہ بزرگ وبرتر نے انسان کو عبادت کا حق ادا کرنے یعنی اقامتِ دین/قیامِ خلافت کے لیے اس دنیا کی زندگی میں بہت سے انعامات اور سروسامان' طاقتیں' صلاحیتیں اور اختیارات دیے ہیں جسے گذشتہ اوراق میں ہم زیر بحث لا چکے ہیں تاکہ وہ اپنے فرضِ منصبی کو کما حقہٗ ادا کرسکے۔ پھر یہی دنیا کے انعامات اور فضیلت ہی پر کام تمام نہیں کر دیا بلکہ انسان کے اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کی صورت میں دوسری زندگی جسے آخرت کا نام دیا گیا ہے۔بیش بہا انعامات کا جنت کی شکل میں دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جسے رب رحمٰن نے بیع یعنی سودے اور رہن سے تعبیر کیا ہے۔

1 فرمایا رب رحمٰن نے:

”إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعداً عَلَيهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُواْ بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(111) التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ“ (112)۔

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب رحمٰن نے مومنوں سے ان کے نفس اوران کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔وہ اللہ رب العزت کی راہ (قیامِ دین وخلافت) میں لڑتے' مارتے اور مرتے ہیں۔ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمہ ایک پختہ وعدہ ہے۔توراۃ' انجیل اورقرآن مجید میں۔اورکون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جوتم سے اللہ بزرگ وبرتر کر چکے ہیں۔یہی (انسان کی) سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اللہ رب العزت کی طرف بار بار پلٹنے والے' ان کی عبادت کرنے والے (قیام دین وخلافت کرنے والے) ان کی تعریف کے گن گانے والے(ان کے نظام کے قیام کی خاطر)' زمین میں گردش کرنے والے (چلنے پھرنے والے)' ان کے آگے رکوع اور سجدہ کرنے والے' امر بالمعروف کرنے والے' منکرات سے روکنے والے اور اللہ بزرگ وبرتر کے حدود (قانون /شریعت) کی حفاظت کرنے والے اوراے نبی ﷺ آپ مومنین کو بشارت اورخوشخبری دے دیں۔'' (التوبہ:۹/۱۱۱۔۱۱۲)

2 پھرفرمایا رب ذوالجلال نے:

''وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ'' (21)۔

''جولوگ ایمان لائے ہیں اوران کی اولاد بھی ایمان لائی ان کے نقش قدم پر چل کر ان کی اُس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) اُن کے ساتھ ملا دیں گے۔اوراُن کے عمل میں کوئی گھاٹا (کمی) ان کو نہ دیں گے۔ہر شخص اپنے کسب (اپنے اعمال صالح) کے عوض رہن ہے۔'' (الطّور: ۵۲/۲۱)

(مزید وضاحت کے لیے دیکھیں۔۔۔ہماری تفسیر البرہان بالقرآن)

جب تک اقتدار قانون کا نہ ہو

انسانوں کے مفاد ہمیشہ آپس میں ٹکراتے چلے آ رہے ہیں اور اس ٹکراؤ سے باہمی کشمکش اور تنازعات کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ حکومت کے قیام کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایسے تنازعات وتزاحمات کو حسن وخوبی اور عدل وانصاف سے نپٹایا جائے لیکن عام طور پر دیکھا یہی گیا ہے کہ حکمرانی کی لذت اور اقتدار کا چسکا حکمرانوں کو ایک دوسری راہ پر ڈال دیتا ہے۔ جہاں عدل وانصاف اور فہم وبصیرت کی بجائے اپنی ذمہ داریوں سے بے نیاز ہو کر' حرص اور خود غرضی کا سہارا لیتے ہیں اور ہر قسم کی جواب دہی سے روگردانی اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی مطلق العنانی کا دوسرا نام استبداد ہے۔ فرعون اسی استبداد کا مجسمہ تھا۔ دوسری طرف مذہبی پیشوائیت کا استبداد ہے جس کی گرفت انسانی ذہن پر ہوتی ہے اور ہامان اسی استبداد کا مجسمہ تھا اور پھر سرمایہ داری کا استبداد ہے جو انسانوں کی اخلاقی جرأتوں کو پامال کرتا ہے۔ قارون اسی استبداد کا مجسمہ تھا۔ قرآن کریم میں داستان بنی اسرائیل میں فرعون' ہامان اور قارون کا ذکر دراصل تاریخ انسانی کے استبداد کی داستان ہے اور تاریخ انسانی میں جہاں جہاں استبداد نظر آئے گا وہ اس زمانے کے فرعونوں' ہامانوں اور قارونوں کی وجہ سے ہوگا اور ان کے باہمی گٹھ جوڑ سے ہوگا۔

استبداد میں حکومت یا تو کسی قانون یا رائے عامہ کی پابند نہیں ہوتی یا ایک حد تک پابند ہوتی ہے مگر اختیار رکھتی ہے کہ جب چاہے اس پابندی کو دور کر دے۔ جس طرح مطلق العنان بادشاہوں کی حکومتیں مستبد ہوتی ہیں اسی طرح ان بادشاہوں کی حکومتیں بھی مستبد ہوسکتی ہیں جن کے ہاں مجلسِ مشاورت تو موجود ہو مگر وہ خود جواب دہی سے آزاد ہوں۔ اسی طرح وہ حکومتیں بھی مستبد ہوسکتی ہیں جو نمائندہ یا غیر نمائندہ جماعتوں کے ہاتھ میں ہوتی ہیں کیونکہ مشاورت میں چند افراد کی شمولیت استبداد کا سدباب نہیں کر سکتی بلکہ بعض اوقات اس

قسم کی حکومتیں شخصی حکومتوں سے بھی زید جابر اور مضر ہوتی ہیں ۔ پاکستان کی سابقہ تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ نیز وہ حکومتیں بھی مستبد ہوسکتی ہیں جو عوام کی نمائندہ تو ہوں لیکن ان میں تنفیذی قوتیں قانونی قوتوں کے سامنے جواب دہ نہ ہوں اور جس میں عوام' حکمرانوں کا محاسبہ کرنے کا حق نہ رکھتے ہوں ۔ غرضیکہ کوئی حکومت استبداد سے مبرا نہیں ہوسکتی ۔ جب تک اقتدار قانون کا نہ ہو اور وہ قانون بھی خالصۃً انسانی ذہن کی پیداوار نہ ہو۔

استبداد کو مٹا کر اس کی جگہ عدل لانے کے لیے پہلے زندگی کی اقدار کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ یہی کلیدی نقطہ ہے۔ جیسی اقدار ویسی زندگی ۔ اقدار کے بدلنے سے زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ نگاہ کا زاویہ بدلنے سے داخلی انقلاب آتا ہے اور داخلی انقلاب کے بعد خارجی انقلاب کا آنا لازمی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ اس انقلاب کو (By Revolution) لائے تھے۔ لیکن فرعونوں' ہامانوں اور قارونوں نے پھر نگاہ کے زاویے بدل دیئے' قرآن کی دی ہوئی روشنی چھپ نہیں سکتی اور اب وہ (By Revolution) اپنی ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی نمودار ہوتی چلی جارہی ہے۔ انسانیت اپنے ماحول سے مجبور ہوکر ان مستقل اقدار کی طرف بڑھ رہی ہے جو قرآن نے دی ہیں ۔ انسانیت کا زاویہ نگاہ بہر صورت بدل کے رہے گا لیکن اگر کوئی موجودہ قوم یا حکمران یا چیف جسٹس ہی کائناتی قوتوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوجائے تو وہ انقلاب آج آسکتا ہے جو دس بیس یا سو سال کے بعد آنے والا ہے ۔ آج بھی اگر کوئی مردِ مومن میدان میں آجائے تو اس کی ایک نگاہ سے تقدیریں بدل سکتی ہیں لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ "حکم" اللہ کے قانون کا ہو جن کے ہاتھ میں اس قانون کا نفاذ ہو وہ اپنی بشریت کے تقاضوں کو قانون کے تقاضوں سے الگ رکھیں اور اپنا معیار زندگی ایک عام انسان کے معیار زندگی کی سطح پر لے آئیں ۔ اس صورت میں پھر وہی عدل و مساوات کا دور واپس آسکتا ہے جو صدر اول میں تھا۔

ماخوذ......طلوع اسلام

نفاذِ اسلام کی جدوجہد کی معروضی صورتحال پر ایک نظر

......مولانا زاہد الرشدی

قیامِ پاکستان کے وقت جو نظام ہمیں ورثے میں ملا تھا' وہ قطعی طور پر ناکام ہو گیا ہے اور ہمارے مسائل حل ہونے کی بجائے مزید الجھتے جا رہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ نظام کی تبدیلی کے لیے سنجیدگی کے ساتھ محنت کی جائے۔ نظام کی تبدیلی کی بات ملک کے تمام سیاسی حلقے کرتے ہیں اور اس پر تمام حلقوں کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ موجودہ نظام ناکام ہو گیا ہے اور اس کی جگہ نیا نظام لانے کی ضرورت ہے' لیکن نئے نظام کے بارے میں بڑی سیاسی جماعتوں کا ذہن صاف نہیں ہے اور وہ اسلام کو بطورِ نظام قبول کرنے کی بجائے اس سلسلہ میں راہنمائی کے لیے باہر کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ حالانکہ صرف اسلام ایک ایسا نظام ہے جو نہ صرف ہم مسلمانوں کے بلکہ پورے انسانی معاشرے کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے سوا کسی اور نظام کا تجربہ مزید وقت ضائع کرنے اور قوم کو اور زیادہ پریشانیوں سے دوچار کرنے کے علاوہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرے گا۔ ہم مسلمان کی حیثیت سے قرآن وسنت کے تمام احکام قبول کرنے کے پابند ہیں اور ہمیں یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ زندگی کے جس شعبے میں چاہیں قرآن وسنت کے احکام کو اختیار کر لیں اور جس شعبے میں نہ چاہیں انہیں ترک کر دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں الٰہی احکام کو تقسیم کرنے والی قوموں کے لیے دنیا کی زندگی میں سخت ذلت اور رسوائی کی وعید سنائی ہے' جس کا عملی مظاہرہ ہم اپنی قومی زندگی میں دیکھ رہے ہیں۔

پھر ہم نے بحیثیت قوم ایک عہد کر رکھا ہے کہ پاکستان کے نام پر الگ ملک ملنے کی

صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے احکام کی عملداری قائم کریں گے‘ لیکن پچھتر برس سے ہم اس قومی عہد کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں‘ جبکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک حدیث میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ قومی عہد کی خلاف ورزی کرنے والی قوموں پر اللہ تعالیٰ دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے۔ مسلم ممالک میں اسلامائزیشن کی تحریکیں قیادت کے لیے پاکستان کی طرف دیکھ رہی ہیں اور دنیا بھر کی اسلام دشمن لابیاں پاکستان سے خوفزدہ ہیں کہ یہی ایک ملک ہے جو دنیا میں خلافتِ اسلامیہ کے احیاء اور اسلامی نظام کے دوبارہ نفاذ کی قیادت کر سکتا ہے‘ لیکن پاکستان کی دینی جماعتیں باہمی خلفشار اور گروہی بالادستی کی ترجیحات میں الجھ کر رہ گئی ہیں۔ پاکستان میں نفاذِ اسلام کا مسئلہ اب ہمارا داخلی مسئلہ نہیں رہا‘ بلکہ بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے‘ کیونکہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی جنگ اب اسلام آباد میں نہیں‘ بلکہ جنیوا‘ نیویارک اور پیرس وغیرہ میں لڑی جا رہی ہے اور اس جنگ کی قیادت بین الاقوامی ادارے کر رہے ہیں۔ اسی طرح اقوام متحدہ‘ یورپی یونین‘ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر بین الاقوامی ادارے نفاذِ اسلام کا راستہ روک دینا چاہتے ہیں۔

اس پسِ منظر میں پاکستان کی تمام دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صورتحال کی سنگینی کا احساس کریں اور اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو یکجا کر کے ہوش مندی کے ساتھ نفاذِ اسلام کی جنگ لڑیں۔ مغربی ممالک میں مقیم مسلمان اور پاکستانی بھی اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اسلام اور پاکستان کے خلاف مغربی لابیوں کی سرگرمیوں کے تعاقب اور اسلام اور پاکستان کے دفاع کے لیے منظّم محنت کریں اور جرأت و حوصلہ کے ساتھ کام کریں‘ کیونکہ اگر نیویارک‘ پیرس اور لندن میں رہنے والے یہودی صیہونیت اور اسرائیل کے لیے لابنگ کر سکتے ہیں‘ تو مسلمانوں اور پاکستانیوں کو بھی اپنے دین اور وطن کے لیے لابنگ اور جدوجہد کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں صورتحال کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے درج ذیل نکات کو سامنے رکھنا ضروری ہے:

☆ پارلیمنٹ نے بہت سے اسلامی قوانین کو ملک میں نافذ کر رکھا ہے مگر عدالتی نظام میں ان پر عملدرآمد کے لیے مناسب ماحول مہیا نہیں کیا جا رہا۔

☆ ملک کا تعلیمی نظام اسلامی قوانین کی تعلیم اور ان کے عملی نفاذ کے لیے تربیت یافتہ عملہ اور جج صاحبان کی فراہمی سے مسلسل گریزاں ہے۔

☆ میڈیا کے کم و بیش تمام ذرائع ملک میں اسلامی احکام و قوانین کی پاسداری اور عملداری میں تعاون کرنے کی بجائے معاشرتی ماحول کو اسلامی تعلیمات اور احکام سے دور کرنے میں مصروف ہیں۔

☆ علماء کرام اور دینی حلقے عوام کو اسلامائزیشن کے تقاضوں، شرعی احکام اور اسلامی اخلاقیات و اقدار کی تعلیم و تربیت دینے میں اپنا کردار مؤثر طور پر ادا نہیں کر پا رہے۔

☆ بین الاقوامی سیکولر ادارے اور ملک میں کام کرنے والی این جی اوز کی غالب اکثریت اسلامی معاشرت اور اقدار و روایات سے عوام کو دور کرنے کے لیے منظّم مہم جاری رکھے ہوئے ہے۔

☆ انٹرنیٹ کے ذریعے خلافِ اسلام عقائد و نظریات نئی نسل میں سرایت کر کے خاموش ارتداد کا ذریعہ بن رہے ہیں، جبکہ ہمارے دینی حلقے سماجی بنیادوں پر ان کے سدِ باب کی بجائے روایتی طریقوں پر انحصار کر رہے ہیں، جو کہ آج کی نسل کے لیے اجنبی ہیں۔

☆ ہم آزادی کے پچھتر سال گزر جانے کے بعد بھی ہندو ثقافت کے لوازمات سے نجات حاصل نہیں کر سکے، جبکہ مغربی ثقافت کی یلغار بھی عروج پر ہے، جو ہمارے خیال میں پاکستان میں عوامی سطح پر نفاذِ اسلام کی راہ ہموار کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ بالخصوص سودی نظام کو ہر حال میں قائم رکھنے پر اصرار اور اس کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد میں کھڑی کی جانے والی رکاوٹیں انتہائی المناک صورت اختیار کر چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامائزیشن کی خواہش اور کوشش کسی جہاز کی طرح گزشتہ پچھتر برس سے فضا میں ہی چکر کاٹ رہی ہے اور اسے معاشرتی ماحول میں اترنے کی کوئی جگہ میسر نہیں آ رہی۔

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 8425428 - 0300

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584